اس آیت سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب تمام نوع انسانی سے ہے۔ اور نزول کے لحاظ سے یہ آیت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر اجرائے نبوت مقصود نہ ہوتا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کیوں نازل ہوتی۔ نیز یہ کہ اس میں مضارع کا صیغہ (یاتینکم) مع نون ثقیلہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "بالضرور تمہارے پاس میرے نبی آئیں گے"۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم کی فرماں برداری میں نبی آسکتا ہے۔

آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ پر اپنے رسالے میں مدلل بحث فرمائیں، تاکہ یہ افادہ عام کا موجب ہو۔

جواب ۔ جب کسی مسئلے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول نے بالکل صاف اور صریح نصوص میں کر دیا ہو تو پھر اسی مسئلے میں ان نصوص کو چھوڑ کر دوسری آیات و احادیث سے جو دراصل اس خاص مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لیے وارد نہیں ہوئی ہیں، اپنے مطلب کے معنی نکالنا اور نصوصِ قطعیہ کے بالکل خلاف عقیدہ یا عمل اختیار کر لینا درحقیقت انتہائی گمراہی، بلکہ خدا اور رسول کے خلاف بدترین بغاوت ہے۔ جو شخص علانیہ اللہ اور اس کے فرمان کے خلاف کوئی مسلک اختیار کرتا ہے وہ تو کم تر درجے کی بغاوت کرتا ہے۔ مگر یہ بہت زیادہ بڑے درجے کی بغاوت ہے کہ آدمی اللہ اور رسول کے فیصلے کے خلاف خود اللہ اور رسول ہی کے ارشادات کو توڑ مروڑ کر استعمال کرنے لگے۔ یہ کام جو لوگ کرتے ہیں ان کے متعلق ہم کسی طرح بھی یہ فرض نہیں کر سکتے کہ وہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں۔

یہ سوال کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یا نہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ہم آیت وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اور آیت يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اور ایسی ہی دوسری آیتوں کی طرف صرف اسی صورت میں رجوع کر سکتے تھے جبکہ اللہ اور اس کے رسول نے خاص طور پر اسی سوال کا جواب کسی خاص نص میں نہ دے دیا ہوتا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت خاتم النبیین میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بکثرت احادیثِ صحیحہ میں ہم کو خاص طور پر اسی سوال کا واضح جواب مل چکا ہے تو آیت وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ اور يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اور ایسی ہی دوسری آیات کی طرف رجوع کرنا، اور پھر ان سے نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف مطالب نکالنا صرف اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہو چکا ہو اور جسے یہ بھی یقین نہ

ہو کہ کبھی مر کر خدا کے سامنے جواب دہی بھی کرنی ہوگی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تعزیرات پاکستان کی ایک خاص دفعہ میں ایک فعل کو بالفاظ صریح جرم قرار دیا گیا ہو، اور کوئی شخص اس دفعہ کو چھوڑ کر قانون کی دوسری غیر متعلق دفعات کا جائزہ اس غرض کے لیے لیتا پھرے کہ کہیں سے کوئی اشارہ اور کہیں سے کوئی نکتہ نکال کر، اور پھر انہیں جوڑ جاڑ کر اسی فعل کو جائز ثابت کر دے جسے قانون کی ایک صریح دفعہ جرم قرار دے رہی ہے۔ اس طرح کا استدلال اگر دنیا کی پولیس اور عدالت کے سامنے نہیں چل سکتا، تو آخر یہ خدا کے ہاں کیسے چل جائے گا۔

پھر جن آیات سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں بجائے خود ان کو پڑھ کر دیکھا جائے تو آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ ان میں سے وہ مضمون آخر کہاں نکلتا ہے جو یہ لوگ زبردستی ان سے نچوڑنا چاہتے ہیں۔

پہلی آیت جو آپ نے نقل کی ہے اس میں جو بات فرمائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ اس سے یہ مضمون کیسے نکل آیا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ یا تو نبی ہو جائیں گے یا صدیق یا شہید یا صالح۔ پھر ذرا سورۂ حدید کی آیت ۱۹ ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں ارشاد ہوا ہے کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ "اور جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی صدیقین اور شہداء ہیں اپنے رب کے نزدیک۔" اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ایمان کے نتیجے میں جو دولت کسی کو مل سکتی ہے وہ صرف صدیق اور شہید ہو جانے کی ہے۔ رہے انبیاء تو ان کی معیت نصیب ہو جانا ہی اہل ایمان کے لیے کافی ہے کسی عمل کے انعام میں کسی شخص کا نبی ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اسی بنا پر سورۂ نساء کی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے انبیاء اور صدیقین و شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ اور سورۂ حدید کی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے والے خود صدیق اور شہداء بن جائیں گے۔

دوسری آیت ایک سلسلۂ بیان سے تعلق رکھتی ہے جو سورۂ اعراف میں آیت ۱۱ سے ۳۶ تک مسلسل چل رہا ہے۔ اس سیاق و سباق میں رکھ کر اسے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بنی آدم سے یہ خطاب آغاز تخلیق انسانی میں کیا گیا تھا۔ اور یہ مضمون قرآن مجید میں صرف اسی مقام پر بیان نہیں ہوا ہے بلکہ سورۂ بقرہ آیت ۳۸، ۳۹ میں بھی قریب قریب اسی طرز پر آیا ہے۔ اس کو پڑھ کر یہ مطلب کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ ان

آیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں تو اس وقت کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے جب حضرت آدم اور ان کی بیوی کو جنّت سے نکال کر زمین پر لایا گیا تھا۔

مسیح کے ابن اللہ ہونے کا بے اصل عقیدہ

سوال۔ میں ایک عیسائی کی حیثیت میں آپ سے ہم کلام ہو رہا ہوں۔ ایک مسیحی ادارے کی جانب سے مجھے ایک مقالہ تیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس میں حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر واضح کیا گیا ہو۔ آپ مجھ سے زیادہ اس امر سے آگاہ ہیں کہ جب حضرت مسیح یا کسی اور کے لیے یہ لقب استعمال کیا جاتا ہے تو مسلمان بالعموم اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اس مسئلے میں مسلمانوں کا جو موقف ماضی یا حال میں رہا ہے، اسے صحیح طور پر پیش کرنے کے لیے میں آپ کی رائے کو خاص اہمیت دیتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالات پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں گے:

۱۔ حضرت عیسیٰ کے لیے "ابن اللہ" کے لقب کا استعمال عام طور پر مسلمانوں کے لیے کیوں ناقابلِ قبول ہے؟ کیا آپ بھی اس معاملے میں عامۂ مسلمین کے ہم نوا ہیں؟

۲۔ اس مسئلے میں آپ کے پاس اپنے نقطۂ نظر کے حق میں قرآن یا حدیث کی رُو سے کیا دلائل ہیں؟

۳۔ کیا "ابن اللہ" کی ترکیب کا استعمال کسی حالت میں صحیح اور قابلِ تسلیم بھی ہو سکتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں کوئی استثنا ایسا ممکن ہے کہ ان الفاظ کو مجازی یا غیر مادی معنوں میں حضرت عیسیٰ کے لیے استعمال کیا جا سکے؟ کیا "ابن اللہ" کو کلی نہیں تو جزوی حیثیت ہی سے "کلمۃ اللہ" کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے؟

۴۔ انجیل (عہدِ جدید) میں حضرت عیسیٰ کے لیے "ابن اللہ" کثرت سے مستعمل ہونے کی توجیہ آپ کے نزدیک کیا ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کے نزدیک یہ تحریف یا اضافہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ کب اور کیوں ہوا؟

جواب - میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر پیش کرنے کی دعوت دی ہے۔ آپ کے سوالات کا مختصر جواب یہ ہے کہ قرآن اس مضمون کی بالکل صاف، قطعی اور غیر مبہم طریقے سے صراحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی معنی میں بھی کوئی بیٹا نہیں ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے، نہ کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے۔ اس کی طرف اولاد کو منسوب کرنا قطعی شرک ہے۔ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے نہ کہ اس کے بیٹے۔ ان کی کوئی خصوصیت اس کے سوا نہ تھی کہ اللہ نے اپنے خاص حکم سے ان کو کنواری مریم کے پیٹ سے باپ کے بغیر پیدا کیا۔ اسی وجہ سے ان کو "اللہ کا کلمہ" اور "اللہ کی طرف سے ایک روح" کہا گیا۔ لیکن اس خصوصیت کی بنا پر ان کے اندر الوہیت کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ان کی اس خصوصیت میں حضرت آدم بھی ان کے شریک اور مشابہ ہیں کیونکہ انہیں بھی بغیر باپ کے براہِ راست مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ اگر معجزانہ پیدائش کی بنا پر حضرت آدم خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہو گئے تو حضرت عیسیٰؑ کیسے ہو گئے۔

اس کے لیے براہِ کرم قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ملاحظہ فرمائیے:

البقرہ: ۱۱۶-۱۱۷	مریم: ۸۸ تا ۹۳	آل عمران: ۴۵ تا ۵۱	المائدہ: ۷۲ تا ۷۵
الانعام: ۱۰۱	الانبیاء: ۲۵ تا ۲۹	آل عمران: ۵۹	المائدہ: ۱۱۶ تا ۱۱۸
یونس: ۶۸	المؤمنون: ۹۱	النساء: ۱۷۱-۱۷۲	التوبہ: ۳۰-۳۱
الکہف: ۴-۵	الاخلاص: ۳	المائدہ: ۱۷	مریم: ۱۶ تا ۷۵

قرآن کی یہ تصریحات ایسی صاف اور واضح ہیں کہ ان کے بعد کسی حدیث یا تفسیر کو نقل کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں جو بات قرآن سے صاف صاف ثابت ہو جائے وہ پھر کسی اور ثبوت کی محتاج نہیں رہتی۔

انجیل میں مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا عقیدہ کیسے آیا اس کے متعلق میرے لیے کچھ کہنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خود حسب ذیل تین باتوں کی تحقیق کر کے کوئی رائے قائم کریں:

اوّل، بائبل کے عہدِ جدید میں جو صحیفے درج ہیں کیا ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے اصل الفاظ میں

ہے اور انسانی کلام اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے؟

دوم، کیا مسیح علیہ السلام نے خود کہیں اپنے لیے "ابن اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ وہ ابن اللہ کے بجائے اپنے لیے ابنِ آدم کا لفظ بولتے تھے؟ اور اگر حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کا مفہوم ان کے خدا کو باپ کہنے سے اخذ کیا جائے تو کیا انہوں نے خدا کو مخصوص طور پر صرف اپنا ہی باپ کہا ہے؟ کیا بائیبل میں ایسی بکثرت مثالیں موجود نہیں ہیں جن میں اللہ کو عام انسانوں کا باپ بھی کہا گیا ہے؟

سوم، کیا جو بات مسیح کی اپنی تعلیم سے ثابت نہ ہو وہ کسی اور کے بیان کرنے سے ایک مسلّم عقیدہ قرار پانی چاہیے؟ خصوصاً جبکہ وہ مسیح کے تعلیم کیے ہوئے عقیدۂ توحید کے خلاف پڑتی ہو اور جس کی بدولت انسان خدا پرستی کے ساتھ ساتھ مسیح پرستی میں بھی مبتلا ہو جاتا ہو؟

ان تین سوالات کو نگاہ میں رکھ کر اگر آپ بائیبل کے عہدِ جدید کا محققانہ (غیر متعصبانہ) مطالعہ فرمائیں گے تو آپ پر خود واضح ہو جائے گا کہ مسیح علیہ السلام کے متعلق اُن کے پیروؤں میں "ابن اللہ" کا عقیدہ پیدا ہونے کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیشوا کی محبت و عقیدت میں بے جا غلو کیا ہے۔ ورنہ خود بائیبل میں کہیں نہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول منقول ہوا ہے کہ مسیح میرا بیٹا ہے، اور نہ مسیح کا اپنا کوئی قول ایسا موجود ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ جب نہ خدا نے ایسا کہا، اور نہ مسیح نے ایسی کوئی خبر دی تو آخر دوسرے لوگوں کو یہ اطلاع کہاں سے ملی کہ مسیح علیہ السلام معاذ اللہ خدا کے بیٹے تھے؟

آٹھ رکعت اور بیس رکعت کی بحث

سوال۔ آپ کا ایک جواب دربارہ تراویح ہفت روزہ "ایشیا" لاہور مورخہ ۳۲/۶۲ ، ۷ میں شائع ہوا۔ جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مسئلے کی کوئی عالمانہ تحقیق نہیں کی۔ بلکہ ایک علمی سی بات سمجھوتہ کرانے والوں کی سی کر دی ہے جس سے مسئلہ بجائے سلجھنے کے اُلجھ گیا ہے۔ ایک طرف آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت کی تراویح آٹھ رکعت ہی تھیں۔ دوسری طرف آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ۲۰ جاری کیں۔ اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کیا۔ اور بعد کے خلفاء نے اسی کو دستور بنایا۔